Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم وتحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم وتحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 3,Vol 4,July-September,2022

شمارہ۳، جلد۴، جولائی — ستمبر، ۲۰۲۲

مالک بن نبیؒ اور معاصر اصلاحی تحریکات

Maalik bin nabi and contemporary reformation movements

سمیع الحق شیرپاؤ[1]

پروفیسر ڈاکٹر طاہرہ بشارت[2]

Keywords:

Malik bin Nabi, civilization, unity, ideologies, renaissance, reform movements, Algeria

Abstract:

Malik bin Nabi is considered as a great Muslim Philosopher of 20th century. By establishing a link between the problems faced by Muslims and their civilization, he has inferred that the solution of their multifaceted problems lie in correcting their direction/path. Stagnation in intellectual realm rather than lack of resources, according to the said philosopher, is the reason of their backwardness in the world. He has written more than 30 books on as diverse topics as the unity in Ummah, progress and development, prosperity; and has also written on modern topics like economics and culture- to count the few.
Besides, his contribution in exploring modern ideologies like materialism, Marxism, communism, orientalism and democracy. Furthermore, he has done seminal contributions by explaining the ideologies and methodologies of key Muslim scholars who were working for Muslim renaissance.
This article is an effort to explain and analyze the renaissance movements of 20th century from the perspective of Malik Bin Nabi. Extracts have been taken from the writings of the said Muslim philosopher.

1۔ پی ایچ ڈی سکالر، اسلامی فکر و تہذیب، یو ایم ٹی لاہور

2۔ چیئرپرسن شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یو ایم ٹی لاہور

مالک بن نبیؒ کا شمار بیسویں صدی کے اہم ترین مسلم مفکرین میں ہوتا ہے۔ اسلامی تہذیب پر ان کے کام کو دیکھ کر انھیں وقت کا ابن خلدون کہا گیا۔ وہ ان مفکرین میں سے ہیں جنھوں نے سب سے زیادہ تہذیب کے مسائل اور مسلمانوں کی پستی کے اسباب پر بات کی ہے۔ انھوں نے علم نفسیات، عمرانیات اور علم تاریخ کی روشنی میں مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے حل کی تجویز پیش کی ہے۔ آپ نے کئی بیش قیمت کتابیں تصنیف کیں، لیکن اردو دان طبقے میں ان کے کام سے کم ہی لوگ واقف ہیں۔ مالک بن نبیؒ نے تہذیبی مسائل کو اجاگر کرنے کے ساتھ معاصر مغربی افکار جیسے: مادیت، مارکسزم، کیمونزم، جمہوریت اور استشراق پر بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، نیز معاصر اسلامی بیداری کی تحریکوں اور اصلاحی تنظیموں اور شخصیات کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ہم مالک بن نبیؒ کے مختصر سوانحی خاکے سمیت معاصر اسلامی بیداری، اصلاحی تنظیموں اور شخصیات کے بارے میں اُن کی فکر کو پیش کریں گے، تاکہ مالک بن نبیؒ اور ان شخصیات کے کام کی نوعیت سے آگاہی ہو سکے۔

تعارف:

آپ کا پورا نام مالک بن عمر بن خضیر بن مصطفیٰ مالک بن نبیؒ ہے۔ وہ تین بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔ ان کے والد معمولی ملازمت کرتے تھے جب کہ والدہ درزی کا کام کر کے گھر کے اخراجات میں ہاتھ بٹاتیں۔[3] یہ وہ زمانہ تھا جب الجزائر پر فرانس کا راج تھا، جس نے مسلمانوں کو تعلیم سے دور رکھنے کے تمام حربے استعمال کیے۔ تاہم ان کے والد تعلیم کی اہمیت سے واقف تھے، چنانچہ سخت حالات کے باوجود اپنے بیٹے کو مختلف مقامات میں تعلیم دلوائی۔ پہلے تبسہ [4] کے مکتب میں داخل کرایا، جہاں انھوں نے قرآن کریم کے کچھ پارے حفظ کیے اور بعد ازاں فرانسیسی نظام تعلیم کے تحت چلنے والے سرکاری سکول میں داخل ہوئے۔ انٹرمیڈیٹ کا امتحان قسنطینہ [5] سے پاس کیا اور وظیفہ کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کر کے والدین کو اپنے تعلیمی اخراجات کے بوجھ سے آزاد کر دیا۔ انھوں نے "سیدی الجلیس" نامی ایک انسٹی ٹیوٹ میں بھی کچھ وقت گزارا، جہاں سے طالب علم فارغ ہو کر استاد، وکیل، ڈاکٹر اور شرعی عدالتوں کے کلکٹر بنتے تھے۔ [6] ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھوں نے اعلیٰ تعلیم کے لئے فرانس کا رخ کیا۔ 1930ء میں انھوں نے قانون پڑھنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ داخلہ لینے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس عرصے میں وہ "نوجوانان پیرس کا مسیحی یونٹ" نامی تنظیم سے منسلک ہوئے، جہاں ان کو مغربی تہذیب کا گہرائی سے مطالعہ کرنے اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ بعد ازاں اسی نہج پر انھوں نے شمالی افریقہ سے آئے ہوئے طالب علموں پر مشتمل مسلم طلبہ کی یونین بنائی۔[7]

شمالی افریقہ کے طلبہ کے ساتھ عملی زندگی کو ایک رخ پر ڈالنے سے پہلے ان کی شخصیت کی پرداخت میں ان کی علوم سے طبعی محبت اور ماحول سے سیکھنے کا عمل بھی شامل تھا۔ جہاں ان کی ذاتی میلان تھی، وہیں پر ان کو قابل اساتذہ بھی ملے، جس سے ان کی صلاحیوں کو چار چاند

---

3 . مالک بن نبی، مذکرات شاہد القرن "الطفل" دار الفکر، بیروت، ط:2، 1984، ص:15۔

4۔ تبسہ مالک بن نبی کا آبائی شہر ہے جو الجزائر کے دار الحکومت سے 700 کیلومیٹر کی مسافت پر تیونس کے بارڈر پر واقع ہے۔ یہ شہر فرانسیسی استعمار کے دوران ایک پسماندہ علاقہ تھا تاہم اس وقت ایئرپورٹ سمیت تمام شہری سہولیات سے آراستہ ہے۔ مالک بن نبی اس شہر میں پیدا ہوئے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: ولاية_تبسة www.marefa.org/

5۔ قسنطینہ الجزائر کے شمال مشرق میں دار الحکومت سے 431 کیلومیٹر کی مسافت پر واقع ایک تاریخی شہر ہے، جہاں فرانسیسیوں نے اپنے نوآبادیاتی دور میں الجزائری مسلمانوں کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کیا تھا۔ مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: ولاية_قسنطينة/www.marefa.org

6 . عبد اللہ بن حمد العویسی، مالک بن نبی، حیاتہ وافکارہ، الشبکۃ العربیہ للابحاث والنشر، بیروت، ط:1، 2012ء، ص:51۔

7 . سابقہ مصدر، ص:43۔

لگ گئے۔ عربی علوم میں مہارت حاصل کرنے کے لئے شیخ عبد المجید (8) سے صرف ونحو اور شیخ مولود بن موھوب (9) سے علم الکلام اور سیرت کے اسباق پڑھے۔ ان کے فرانسیسی اساتذہ میں مارٹن اور بوبرتے قابل ذکر ہیں، جن سے مالک بن نبیؒ نے فن تعبیر، مطالعہ، تاریخ اور ادب کی تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں الجزائر کے قہوہ خانے اور کافی شاپ ادب وثقافت کے مراکز ہوا کرتے تھے، جہاں پر ادبی اور علمی محافل منعقد ہوتیں۔ ان قہوہ خانوں نے مالک بن نبیؒ کے ادبی ذوق اور فکری نشو نما میں اہم کردار ادا کیا۔ (10) قہوہ خانوں میں بحث ومکالمہ اور لوگوں کی ذاتی زندگیوں کے علاوہ مختلف اقوام کی عروج وزوال کے اسباب، مفکرین کے افکار اور کتابوں کی دنیا سے سیر حاصل معلومات ملیں۔ اس کے علاوہ چونکہ وہ ایک وسیع المطالعہ شخص تھے، للذا شہر کی تمام لائبریریوں سے ان کے اچھے تعلقات تھے، جہاں سے وہ کتابیں مستعار لیا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی خودنوشت میں لکھا ہے کہ ان کی فکری نشونما میں احمد رضا (11) کی کتاب "الفشل الأخلاقي للسياسة الغربية في الشرق" محمد عبدہ کی کتاب "رسالة التوحيد" عبد الرحمٰن الکواکبی (12) کی معروف کتاب "ام القریٰ" (13) ابن خلدون کا مقدمہ، جون ڈیوی (14) کی کتاب "How We Think" اور نطشے (15) کی کتاب "Thus Spoke Zarathustra" نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ (16)

فکری بنیادیں مضبوط ہونے کے بعد انہوں نے اس کا پرچار شروع کیا 1930ء میں انھوں نے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے لئے جگہ جگہ لیکچر دینا شروع کردیے۔ ان کا پہلا لیکچر "ہم کیوں مسلمان ہیں؟" کے عنوان سے تھا، جس میں انھوں نے فلسفیانہ انداز اختیار کرتے ہوئے روح اور مادہ کے بارے میں بھی اپنا نظریہ پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ "روح مادہ کو تشکیل دیتی ہے"۔ مادہ اور روح کے اس تعلق

---

8. شیخ عبد المجید مالک بن نبی کے عربی کے استاد تھے، فرانسیسی استعمار نے اپنے دور میں جب عربی زبان کے گرد دائرہ تنگ کیا تو شیخ عبد المجید جیسے علماء اور اساتذہ نے اسے زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اور ان کی کوششوں کی بدولت عربی زبان کے خاتمے کے فرانسیسی سامراج مذموم عزائم ناکام ہوئے۔ ان کی زندگی کے حوالے سے مالک بن نبی نے کوئی تفصیل نہیں بتائی ہے اور نہ ہی راقم کو اس کے متعلق مزید معلومات حاصل ہو سکیں۔

9. شیخ مولود بن الموھوب () الجزائری کی اصلاحی تحریک کے بانیان میں شمار ہوتے ہیں، وہ قسنطینہ شہر میں پیدا ہوئے اور وہیں پر تعلیم حاصل کی وہ شہر کے قاضی اور مفتی کے منصب پر بھی فائز رہے۔ فرانسیسی استعمار کے خلاف جدوجہد اور الجزائر کی آزادی کے جدوجہد میں ان کا بڑا مقام ہے۔ انھوں نے عبد الحمید بن بادیس اور دیگر علماء کے ساتھ مل کر جمعیت علماء الجزائر قائم کی اور اسی کے پلیٹ فارم سے آزادی کی کوششوں میں کردار ادا کیا۔ ان کے حالات زندگی کے لئے دیکھئے: https://binbadis.net/archives/13582

10. مذکرات شاہد القرن "الطالب"، ص: 105-107۔

11. احمد رضا بیگ ترکی دانشور تھے، فرانس میں رہتے تھے جہاں سے "مشورت" کے نام سے ایک جریدے کا اجراء کیا، بعد میں ترکی واپس آئے اور عثمانی سلطنت کے اس وقت کے پارلیمنٹ کے صدر اور دیگر اہم حکومتی عہدوں پر فائز رہے۔

12. عبد الرحمٰن الکواکبی (1855- 1902) انیسویں صدی کے ان مفکرین میں ہیں جنہوں نے بیداری امت کے لئے بہت کام کیا۔ وہ شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے۔ ان کی وجہ شہرت ان کی معروف کتاب " طبائع الاستبداد ومصارع الاستعباد " ہے۔

13. ام القریٰ کے نام سے موسوم اس کتاب میں الکواکبی نے 1895 کو مکہ مکرمہ میں منعقدہ امت مسلمہ کے رہنماؤں سے اجتماعات کی روداد لکھی ہے۔ ان اجتماعات میں دنیا بھر سے 22 علماء نے شرکت کی تھی جہاں انھوں نے امت کے زوال اور امت کو درپیش مسائل اور ان کے حل پر بات کی۔ الکواکبی نے اس روداد کو فرضی نام "سید فراتی" کے ساتھ شائع کیا ہے۔

14. جون ڈیوی (1859-1952) امریکی فلاسفر تھے، ان کی وجہ شہرت ان کی مذکورہ کتاب ہے جس میں انہوں نے کسی بھی مسئلے کے حل کے لئے پانچ مراحل بتائے ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار 1910 میں شائع ہوئی۔

15. فریڈک نطشے (1844-1900) انیسویں صدی کا جرمن فلسفی تھا۔ ان کے خیال میں طاقت ہی انسانی معاملات میں فیصلہ کن عنصر ہے۔ ان کی وجہ شہرت انسان کامل یعنی (Superman) کا تصور پیش کرنا ہے۔ مذکورہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے، اس میں نطشے کے اُن مقالات وخطبات کو جمع کیا گیا ہے جن میں انہوں نے زردشت کے افکار ونظریات پر بات کی ہے۔

16. مذکرات شاہد القرن "الطالب"، ص: 110۔

نے ان کے فلسفیانہ مکتب فکر کے خدو خال متعین کئے۔ اپنی تازہ فکر اور نئے انداز فلسفہ کی وجہ سے وہ جلد فرانسیسی مفکرین اور سامراجی حکومت کی نظروں میں آگئے اور ان کے اہل خانہ کو تنگ کرنا شروع کیا گیا۔ پہلے اُن کے والد کے لئے ملازمت میں مسائل پیدا کردئے گئے اور بعد میں انہیں سرکاری نوکری سے برطرف کیا گیا۔ 1956ء میں وہ قاہرہ چلے گئے، جہاں ان کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا اور اسلامی دنیا میں شہرت ملی۔ قاہرہ میں علماء ازہر کی وساطت سے مختلف علمی و ادبی محفلوں، سیمناروں اور کانفرنسوں میں لیکچر دینا شروع کیا اور اپنی فکر سے لوگوں کو متاثر کیا۔ یہاں قیام کے دوران ہی کچھ دوستوں نے انہیں الجزائر میں فرانسیسی استعمار کے خلاف جاری جدوجہد آزادی میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے متوجہ کیا۔ [17]

ان کی شخصیت میں فکری پختگی کے بعد عملی اقدام نے ان کو نمایاں کردیا۔ الجزائر سے آخری مرتبہ نکلتے ہوئے مالک بن نبیؒ نے کہا تھا کہ "میں اس سرزمین پر اس وقت تک دوبارہ قدم نہیں رکھوں گا جب تک یہ آزاد نہ ہوجائے۔ یہ کیسی زمین ہے کہ اپنوں کو تو بھوک سے مارتی ہے اور غیروں "فرانسیسیوں" کو کھلاتی رہتی ہے۔[18]" چنانچہ انقلاب جزائر کی کامیابی اور آزادی کے بعد جب تک پہلے وزیر اعظم احمد بن بیلا کی حکومت (1963 - 1965) تھی، وہ الجزائر نہیں گئے، اس کے ایک سال بعد ہی الجزائر کو فرانسیسی استعمار سے آزادی ملی۔ انھوں نے بن بیلا[19] کو عوام کی اظہار رائے کی آزادی سلب کرنے پر سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔

مالک بن نبیؒ نے اپنی تحریروں میں مختلف مواقع پر چند ہم عصر اصلاحی تحریکوں اور شخصیات کے بارے میں اپنے موقف کا اظہار کیا ہے۔ زیر نظر مقالے میں ان تحریکات کے بارے میں ان کی رائے پیش کی جائے گی، جس سے مالک بن نبی کے کام اور فکر کے خدوخال بھی واضح ہوجائیں گے اور ان کے مابین فرق بھی نمایاں ہو جائے گا۔ جن ہم عصر تحریکوں اور شخصیات کا مالک بن نبیؒ نے اپنی تحریروں میں ذکر کیا ہے ان میں محمد بن عبدالوہابؒ کی اصلاحی تحریک، سید جمال الدین افغانیؒ، محمد عبدہ اور ان کے شاگرد رشید رضا، جمعیت علماء الجزائر اور الاخوان المسلمون شامل ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ

مالک بن نبیؒ کے نزدیک محمد بن عبدالوہاب [20] کی دعوت کوئی نئی دعوت یا کوئی نیا مسلک نہیں ہے بلکہ یہ ایک اصلاحی تحریک ہے جسے بعد میں آنے والی تبدیلی پسند تحریکوں کی بنیاد تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی محور لوگوں کو سلف صالحین کے طرز عمل کے مطابق درست اور حق پر مبنی سلفی عقیدہ کے اصولوں کی طرف بلانا ہے۔ اس لیے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے بنیادی طور پر تین مشہور شخصیات کو سامنے رکھ کر اپنی

---

[17]. سابقہ مصدر، ص: 57 تا 79۔

[18]- مذکرات شاہد للقرن، "الطالب"، ص: 314-

[19]. احمد بن بیلا (1916ء – 2012ء) الجزائر کے پہلے صدر تھے، الجزائر نے 1962ء میں فرانسیسی استعمار سے آزادی حاصل کی تو 1963 میں وہ صدر منتخب ہوئے اور جون 1965ء تک صدر رہے۔

[20]۔ محمد بن عبدالوہاب النجدی کا سن ولادت 1115ھ تا 1206ھ (1703ء تا 1791ء) ہے۔ جزیرہ عرب میں جدید مذہبی اصلاحی انقلاب کے راہنما تھے۔ وہ عینیہ (نجد کا علاقہ) میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ دو مرتبہ حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران وہاں کے بعض مشہور شخصیات سے علمی استفادہ کیا۔ انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں کتاب التوحید، کشف الشبہات، الاصول الثلاثۃ، مسائل الجاہلیۃ اور القواعد الاربع قابل ذکر ہیں۔ ان کی زندگی کے بارے میں مزید تفصیل کے لئے دیکھیے: الموسوعۃ المیسرۃ، ص273، الندوة العالمية للشباب الإسلامي الرياض، ط:2، 1989 اور: احمد امین کی کتاب "زعماء الاصلاح" (اصلاح کے رہنما)، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ، للطبع والنشر، طبع: 4 ، 1979ء، ص 10۔

دعوت کا نقشہ کھینچا ہے۔ وہ تین شخصیات امام احمد بن حنبل (164-241ھ) ،امام ابن تیمیہ (661ھ-728ھ) اور محمد بن القیم الجوزی (691ھ-751ھ)ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت ان شخصیات کے افکار و نظریات کی بازگشت ہے اور عملی میدان میں ان کے اہداف و مقاصد کی ترجمان ہے[21]۔ بعد میں محمد بن عبدالوہاب کے مخالفین نے ان کی دعوت کو انہی کے نام سے منسوب کرتے ہوئے "وہابیت" کی اصطلاح استعمال کی۔ بنیادی اور فروعی مسائل میں ان کی دعوت امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک سے مربوط ہے۔ جب مالک بن نبیؒ کی کتابوں میں فکری میدان کی طرف میلان شروع ہوا، تو انھوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور امام ابن تیمیہؒ کی فکر اور ان کے اسلوب کے درمیان ربط قائم کیا۔ گویا اُن کے نزدیک محمد بن عبدالوہابؒ کی فکر اور اسلوب امام ابن تیمیہؒ سے ماخوذ ہے۔ سلف صالحین کی طرف رجوع، ان دونوں کی دعوت کا بنیادی محور ہے[22]۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کی حمایت

مالک بن نبیؒ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کی حمایت کی۔ اُن کی نظر میں یہ دعوت عالم اسلام کو انتشار سے نجات دلانے والی اور اس کے اصلاح اور تبدیلی کا آغاز ہے۔ ان کے مطابق یہ واحد ایسی اسلامی سوچ ہے جو بالکل درست ہے کیونکہ اس میں پستی کی طرف گامزن عالم اسلام کی آزادی کے لیے ایک فعال اور متحرک قوت پائی جاتی ہے۔[23] مالک بن نبیؒ کو یہ دعوت بہت پسند آئی اور وہ اس کی قبولیت کے نتیجے میں مثبت تبدیلی کے لیے بہت پرامید تھے۔ وہ مسلمانوں کی حالت کی تبدیلی کے نقطہ آغاز کے طور پر اور اصلاحی سلفی مکتب فکر کی حیثیت سے، اس دعوت پر عمل درآمد کو لازمی سمجھتے ہیں۔ چونکہ یہ دعوت اسلامی عقائد کی رو سے ہر ناقابل قبول برائی کا خاتمہ چاہتی ہے، اس لئے الجزائر میں فرانسیسی استعماری طاقت اس کی دشمن بن گئی۔ لیکن وہ ناامید نہیں ہوئے اور تھک ہار کر نہیں بیٹھے بلکہ فرانس میں بھی اپنی دعوت پھیلاتے رہے۔[24]

سید جمال الدین افغانیؒ

سید جمال الدین افغانی[25] کی شخصیت کے بارے میں مالک بن نبیؒ یکسو تھے اگرچہ تاریخ میں ان کے بارے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ان کو افغانستان کا رہنے والا سنی سمجھتے ہیں جبکہ بعض انہیں ایرانی شیعہ قرار دیتے ہیں۔ بعض دیگر نے افغانی کی سوچ اور فکر کو تضادات کا مجموعہ قرار دیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کی تحریک کے پیچھے سیاسی مقاصد کارفرما تھے، جن کا ہدف خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کرنا تھا۔ سید جمال الدین افغانیؒ نے مسلمانوں کی وحدت کی طرف دعوت دی اور آزاد اسلامی حکومتوں کے قیام اور اتحاد کا نعرہ بلند کیا۔ اس ضمن میں افغانی نے خلافت عثمانیہ

21۔الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب المعاصرۃ، ص: 278، دیکھیے: محمد جمیل زینو "دعوۃ الشیخ محمد بن عبدالوھاب بین المعارضین والمؤیدین" (مخالفین اور حامیوں کے نزدیک شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت)، المطبعۃ الاھلیۃ للاوفست، بالطائف، ص: 169۔

22۔دیکھیے: مالک بن نبی، وجھۃ العالم الاسلامی، ص: 149، 43، 42۔

23۔مالک بن نبی، مذکرات شاہد القرن "الطالب"، ص: 150۔

24۔ایضا، ص: 52، 43، نیز دیکھئے: شروط النھضۃ: ص: 34۔

25۔جمال الدین افغانی کا نام جمال الدین محمد بن صفدر الحسینی ہے۔ ان کی پیدائش ان کی کتاب تاریخ الافغان، رسالۃ الرد علی الدھریین (افغانیوں کی تاریخ، کتابچہ لادینوں کا رد) کے مطابق 1254ھ بمطابق 1838ء اور وفات: 1315ھ ہے۔ دیکھیے: احمد امین کی کتاب "زعماء الاصلاح" (اصلاحی راہنما)، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ للطبع، طبع: 4، سال 1969ء، ص: 64، 63۔

کے خلاف متعدد اعتراضات اٹھائے اور خود خلیفۃ المسلمین کے ساتھ اس کی کشمکش رہی۔انھوں نے ایک طرف مغربی استعمار خصوصا برطانوی سامراج کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی، لیکن دوسری طرف خود ان کے انگریزوں کے ساتھ گہرے روابط تھے۔وہ مسلمان ممالک میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان عدم تفریق کے قائل تھے،انھوں نے شیعہ سنی اختلافات اور جھگڑوں کی بھی مخالفت کی۔آپ نے مسلمانوں کو پستی وزوال سے نکالنے کے لئے مغربی ثقافت اور علوم وفنون کو اپنانے پر بھی زور دیا۔(26) سید جمال الدین افغانی نے جس دور میں کام کرنے کے لیے دوڑ دھوپ شروع کی تھی، یہ اس دور کا تقاضا تھا۔ مسلمان سیاسی لحاظ سے کمزور تھے اور تعلیمی و تہذیبی لحاظ سے شکوک و تردد کا شکار تھے۔ مسلمانوں کو کوئی واضح راستہ نہیں مل رہا تھا۔ کوئی راہنما بھی ایسا نہ تھا جس کی قیادت میں مسلمان خود اپنے ترقی کا سفر شروع کر دیتے۔مالک بن نبیؒ نے ان کے انہی افکار سے اثر لیا۔

جمال الدین افغانیؒ کی تعریف

مالک بن نبیؒ، جمال الدین افغانیؒ کو افغانستان کا رہائشی مانتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ :"جب امت مسلمہ گہری نیند سو رہی تھی، اس وقت ملک افغانستان سے ایک آواز اٹھی جس نے ایک نئی صبح کی طرف دعوت دی جو کامیابی کی طرف بلاتی تھی۔ یہ امت مسلمہ کو نئی بیداری کے لیے جگانے والے جمال الدین افغانیؒ کی آواز تھی"۔(27) مالک بن نبیؒ نے اپنی کتابوں میں متعدد مرتبہ جمال الدین افغانیؒ کی تعریف کی۔ چونکہ وہ انھیں بیداری کے علمبر دار اور جدید اصلاحی تحریکوں کے روحِ رواں سمجھتے ہیں، اس لیے وہ انھیں زندہ ضمیر اور سلیم الفطرت شخص قرار دیتے ہیں۔ان کے مطابق جدید عالم اسلام میں تہذیب و ثقافت اور سائنس کی ترقی ناگزیر ہے۔ جمال الدین افغانیؒ نے جب مسلمانوں کے روحانی اور مادی زوال کو دیکھا تو بوسیدہ نظاموں اور مردہ خیالات وافکار کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔(28) مالک بن نبیؒ کے نزدیک جمال الدین افغانیؒ بیداری کے داعی اور جدید اصلاحی تحریک کے سربراہ تھے، جو بیداری اور تبدیلی کے پختہ عزم رکھتے تھے اور جو عالم اسلام کو سیاسی طور پر دوبارہ منظم کرنے کی کوشش کرنے والے مجاہد تھے۔(29) مالک بن نبیؒ کے مطابق جمال الدین افغانیؒ نے دو بنیادی اہداف کو سامنے رکھ کر کام کیا: ایک مسلمانوں کے موجودہ سیاسی نظام ہائے حکومت کو جڑ سے اکھاڑنا اور اسلامی اخوت کی بنیاد پر عالم اسلام کو دوبارہ سیاسی طور پر منظم کرنا، اور دوسرا نیچریت، مادیت اور دہریت کا مقابلہ۔(30)

جمال الدین افغانیؒ پر تنقید

مالک بن نبیؒ بنیادی طور پر ایک جہاندیدہ شخصیت تھے۔انھوں نے آنکھ بند کرکے ہر کسی پر اعتماد نہیں کیا۔وہ دلائل کی بنیاد پر اتفاق اور اختلاف کے قائل تھے۔ بذاتِ خود قوت استدلال کے مالک تھے۔ تقابل و تجزیہ سے کسی نتیجے پر پہنچنا، ان کی زندگی کا خلاصہ رہا۔اس اعتبار سے وہ جمال الدین افغانیؒ کی شخصیت سے بھی یوں متاثر نہ ہوئے بلکہ کئی مواقع پر ان سے اختلاف بھی کیا۔ دقیق انداز میں جمال الدین افغانیؒ کی فکر کا جائزہ

---

[26]۔ محمد البہی "الفکر الاسلامی الحدیث وصلتہ بالاستعمار الغربی" (جدید اسلامی فکر اور مغربی استعمار سے اس کا تعلق)، طبع:6، سن: 1973ء، ص: 83،82۔

[27]۔ شروط النھضۃ، ص:21

[28]۔ دیکھیے: وجھۃ العالم الاسلامی، ص:44،43

[29]۔ سابقہ مصدر، ص:45

[30]۔ سابقہ مصدر، ص:45

لیا۔ گو کہ ان کے مطابق جمال الدین افغانیؒ سیاسی شخصیت تھے، وہ عالم اسلام کے مسائل کو سیاسی مسائل سمجھتے تھے اور سیاسی طریقے سے ان کا حل چاہتے تھے، لیکن میں وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے تھے کیونکہ مالک بن نبیؒ کے نزدیک مسئلہ صرف سیاسی نہیں بلکہ سیاسی مسائل تو در حقیقت صرف عالم اسلام کو لاحق بیماری کی علامات میں سے ایک علامت تھی۔ اُن کے مطابق جمال الدین افغانیؒ نے انسان کی بذات خود اصلاح کے بجائے قوانین میں اصلاحات اور عوامی اجتماعات کا اہتمام کر کے عالم اسلام کو سیاسی طور پر دوبارہ منظم کرنے کی کوشش کی۔ اس نے عالم اسلام کے کرپشن، ظلم، پستی اور بے حمیتی جیسے اندرونی عوامل پر غور و فکر کرنے کے بجائے نظام ہائے حکومت اور انسانوں کو محیط قوانین کی تبدیلی کے لیے کوششیں کیں۔[31]

مالک بن نبیؒ کی رائے میں اگر جمال الدین افغانیؒ کی فکر سے کوئی انقلاب برپا ہو جاتا تو اسے اپنے سیاسی تبدیلی کے نظریے میں سچا کہا جا سکتا تھا۔ ان کے مطابق انقلابات میں بعض ایسی اقدار موجود ہوتی ہیں، جو انسان میں تبدیلی لا سکتی ہیں، جبکہ جمال الدین افغانیؒ انقلاب کا باعث بننے کے قابل کسی سبب کو متعین کرنے میں ناکام رہے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اسے اسلامی اخوت کی طرف پھیر دیں گے لیکن وہ ایسا کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوئے۔ جبکہ مالک بن نبیؒ کی رائے میں مسلمانوں کے درمیان مواخات کے نقطے پر زور دینا لازمی تھا۔ انھوں نے دونوں اصطلاحات کے درمیان فرق کرتے ہوئے کہا کہ "اسلامی مواخات" کی بنیاد درست عقیدہ اور مضبوط عمل پر ہے جبکہ "اخوت" محض ایک عنوان اور لیبل ہے، جس کی بنیاد کسی عقیدے اور عمل پر قائم نہیں۔[32]

بعض محققین کے خیال مالک بن نبیؒ کا جمال الدین افغانیؒ کو افغانستان کی طرف منسوب کرنا ایک تسامح ہے، اس لیے کہ حالیہ تحقیق قطعی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ ایرانی تھے، خود افغانیؒ کے بھانجے مرزا لطف اللہ خان کے اعتراف کے مطابق ان کا نام "جمال الدین صفدر الاسد بادی" ہے۔ اور وہ افغانستان کے صوبہ کابل کے شہر اسعد آباد کے رہائشی نہیں بلکہ ہمدان کے قریبی علاقے اسد آباد کے رہنے والے تھے۔ وہ سنی حنفی بھی نہیں بلکہ ایرانی شیعہ تھے۔[33] اسی طرح جمال الدین افغانیؒ اور ان کے مقاصد کے متعلق شکوک و شبہات بڑھنے کی وجہ ان کی زیادہ تر خفیہ سرگرمیاں تھیں۔ یہ پہلے شخص تھے، جنھوں نے مصر میں خفیہ تنظیموں کا نظام قائم کرنا شروع کیا[34]۔ پھر وہاں پر فری میسنری[35] کی بنیاد ڈالی اور اس میں مصر کے بااثر افراد کی کثیر تعداد کو شامل کیا۔ مصر الفتاۃ (دوشیزہ مصر) کے نام سے ایک خفیہ تنظیم کی بنیاد بھی رکھی، جس کے زیادہ تر ارکان یہودی تھے۔ پھر مشرقی فرانس کے زیر اہتمام ایک اور ماسونی مجلس قائم کی، جس میں ریاض پاشا اور وزیر اعظم کے تعاون سے مصر کے بااثر

---

[31]۔ سابقہ مصدر، ص: 45،46

[32]۔ دیکھیے: وجھۃ العالم الاسلامی، ص: 46

[33]۔ محمد محمد حسین "الاسلام والحضارۃ الغربیۃ" طبع: 7، 1985ء، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ص: 61،62

[34]۔ سابقہ مصدر، ص: 63،

[35]۔ الماسونیۃ ایک خفیہ یہودی دہشت گرد تنظیم ہے۔ اس کا مقصد تمام ادیان اور اخلاقیات کا خاتمہ، لادینیت، فحاشی و عریانی اور فساد کی نشر و اشاعت، ان کے رازوں کو محفوظ رکھنے اور جو کچھ ان سے کہا جائے اسے کرنے کا پختہ وعدہ کرنے والی دنیا کی نامور شخصیات کا استعمال کر کے پوری دنیا پر یہودی قبضہ ہے۔ دیکھیے: الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاھب المعاصرۃ، ص: 449، دیکھیے: صالح الفکری کی کتاب "والقعنا المعاصر والغزو الفکری، ص: 160

افراد کی کثیر تعداد کو شامل کیا۔ اسی نے افغانی کو مصر میں بلایا، اس کی ماہانہ تنخواہ جاری کی اور خان الخلیلی کے علاقے میں اس کے لیے شاندار گھر تیار کرایا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ یہودیوں کے محلے میں مقیم تھے[36]۔

شیخ محمد عبدہ

محمد بن حسین خیر اللہ عبدہ[37] جمال الدین افغانیؒ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے جمال الدین افغانیؒ کی فکر سے کچھ بھی انحراف نہیں کیا بلکہ مکمل طور پر افغانی جیسا طرز عمل اپنایا اور اسی مقصد کے حصول کے لیے کوشش کی، جس کو جمال الدین افغانیؒ نے اپنا ہدف بنایا تھا۔ محمد عبدہ نے افغانی کے طرز پر قوم، وطن، سماج، عقیدہ اور تربیت و تبلیغ کے شعبوں میں کام کیا۔[38] ان اہداف کو عملی جامہ پہنچانے کے لیے انھوں نے جامعہ ازہر اور مسلمانوں کے ہاں طریقہ ہائے تعلیم کی اصلاح کا مطالبہ کیا، جس کے لیے انھوں نے علم الکلام میں عقیدے کے مسائل شامل کیے اور علم الکلام کی اصلاح کی کوشش کی۔[39] مالک بن نبیؒ نے ماحول کے انسانی فکر پر اثرات کے ذریعے محمد عبدہ کے سوچنے کے انداز کا تجزیہ کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد عبدہ نے مصر کے دیہی ماحول میں زندگی گزاری، جہاں آدمی زیادہ لوگوں کے ساتھ پرورش پاتا ہے۔ اسی لیے وہ سماجی زندگی سے متاثر تھے اور اصلاح کے مسئلے کو سماجی مسئلہ سمجھتے ہوئے فرد کی اصلاح بطور سماجی عنصر کے چاہتے تھے۔ جس کی دلیل انھوں نے اس ارشاد باری تعالیٰ کو بنایا کہ: "اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود کو نہ بدل لیں"۔[40] اس آیت سے انھوں نے اپنا اصل مدعا اخذ کرتے ہوئے کہا: ہر سماجی مسئلے کی بنیاد خود فرد ہے۔ انھوں نے سوال اٹھایا کہ "نفس کو کیسے تبدیل کیا جائے؟" اس سوال کے جواب میں ان کے اندر جامعہ ازہر کی بنیادی سوچ کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ اسی لیے ان کے خیال میں ایک نیا فلسفہ تیار کیا جانا چاہئے، جس سے نفس کی تبدیلی کا عمل ممکن ہو۔[41] مالک بن نبیؒ نے علم الکلام کے تناظر میں محمد عبدہ کے ہاں اصلاح کے مفہوم پر تنقید کی اور اس تنقید کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1۔ اصلاحی تحریک میں علم الکلام اور اس کے استعمال سے سلف صالحین کے بنیادی مقاصد کا محاکمہ لازم آتا ہے اور وہ ہے اسلام کی بنیادی فکر کی طرف پلٹنا۔

2۔ علم الکلام کا انسانی نفس کے مسائل کے ساتھ اگر کوئی تعلق ہے تو وہ عقیدے اور اصولوں کی بنیاد پر ہے۔ ایک مسلمان ہرگز اپنے عقیدے سے دست بردار نہیں ہو سکتا، البتہ جہالت، غفلت اور غلط منہج کی وجہ سے عقیدے کا اس کے نفس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ ہم مسلمان کو عقیدہ سکھائیں، بلکہ ہمیں چاہیے کہ اس عقیدے کی مثبت طاقت اور سماجی اثر پزیری کو واپس دلائیں۔

36۔ الاسلام والحضارۃ الغربیۃ، ص: 64۔

37۔ محمد عبدہ کا نام محمد بن حسین خیر اللہ عبدہ تھا۔ وہ 1266ھ بمطابق 1849ء کو مصر کے ضلع بحیرہ کے گاؤں محلہ نصر میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ 1294ھ بمطابق 1877ء کو جامعہ سے عالمیہ کی ڈگری حاصل کی۔ اس کی کتابوں میں "رسالۃ التوحید، تفسیر المنار، الاسلام والنصرانیۃ مع العلم والمدنیۃ شامل ہیں، دیکھیے: الموسوعہ العربیۃ المیسرۃ، زیر نگرانی محمد شفیق غربال، ج:2، دار الاحیاء التراث العربی، نیز دیکھیے: غازی التوبہ کی کتاب "الفکر الاسلامی المعاصر"، ص: 14، 13

38۔ الفکر الاسلامی المعاصر وصلتہ بالاستعمار الغربی، ص:123

39۔ دیکھیے: الفکر الاسلامی المعاصر، ص:123

40۔ سورۃ الرعد، آیت؛13

41۔ دیکھیے: وجھۃ العالم الاسلامی، ص:47، 46

3۔ نفس کی تبدیلی کا مطلب ہے اسے مانوس حالت سے ہٹنے کے لیے تیار کرنا اور یہ علم الکلام کا کام نہیں ہے۔ مالک بن نبیؒ کے نزدیک یہ کام "اللہ کے ساتھ دوبارہ تعلق جوڑنے" کا ہے۔

4۔ مالک بن نبیؒ کی رائے کے مطابق حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ علم الکلام پیش نہیں فرمارہے تھے بلکہ انھوں نے اخلاقی طاقت کو اکٹھا کر کے فطری نفوس تک پہنچایا۔

5۔ علم الکلام کا مرکزی نقطہ تکرار، آراء کا تبادلہ اور بحث و مباحثہ ہے، جبکہ اسلام ان موشگافیوں سے مزید پیچیدہ اور کچھ کا کچھ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ بات سلفی منہج کے بھی خلاف ہے چونکہ اس کے مطابق نفس کا مسئلہ ایک سماجی مسئلہ ہے۔ جبکہ علم الکلام سماجی فریضے کا سامنا کرتا ہے۔ مومن کو کسی ایسے تعلیمی ادارے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا جو اسے صرف اللہ کے وجود کے بارے میں بتائے اور حقیقی اصلاح کے بنیادی اصولوں اور ان کے طرز عمل کی تلقین نہ کرے۔[42] لیکن تنقید کے باوجود مالک بن نبیؒ کی رائے یہ ہے کہ: "اگر کوئی اصلاحی ادارہ شیخ محمد عبدہ کے بنیادی افکار اور جمال الدین افغانیؒ کی سیاسی اور سماجی آراء کو یکجا کر کے اپنے افکار کو مرتب اور عناصر کو اکٹھا کر سکتا تو بہت اچھا ہوتا"۔[43] گویا کہ مالک بن نبیؒ نے ان دو شخصیات کے بہتر افکار کے امتزاج کو تبدیلی کا سنگھم قرار دیا ہے۔

شیخ محمد عبدہ کے انگریز مسٹر بلنٹ[44] کے ساتھ بھی گہرے تعلقات تھے۔ یہاں تک کہ محمد عبدہ نے اس سے اپنے اخبار "العروۃ الوثقیٰ" کے لیے مالی تعاون کا مطالبہ بھی کیا۔ بلنٹ نے اس موضوع پر محمد عبدہ کو اپنے خط میں لکھا کہ "جہاں تک آپ کے اخبار کا تعلق ہے تو اپنی استطاعت کے مطابق آپ کے ساتھ تعاون کرنے پر مجھے بہت خوشی ہوگی۔ لیکن میں پر زور انداز سے آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ جب انگریز حکومت کے بارے میں لکھو تو اپنی زبان معتدل رکھو"۔[45] محمد عبدہ نے اس خط کے جواب میں لکھا: "آپ کی نصیحت اور ہمارے اخبار "العروۃ الوثقیٰ" کے ساتھ آپ کے تعاون کے وعدے پر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ ہمیں آپ سے یہی امید تھی۔ بے شک اللہ عزوجل نے آپ کو نیک کام کرنے، حق اور مظلوموں کے دفاع کے معاملے میں تعاون کرنے کے لیے پیدا کیا ہے اور ہمارے اخبار کا اصل کام بھی یہی ہے"۔[46] بلنٹ خلافت اسلامیہ کے متوازی عرب قومیت پرستی پر ابھارنے اور خلافت عربیہ قائم کرنے کے لیے سرگرم تھا۔[47] چونکہ جمال الدین افغانیؒ اور محمد عبدہ دونوں کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے داعی ہیں، اس لئے مسٹر بلنٹ جیسے لوگوں کے ساتھ روابط بعید از قیاس نہیں ہیں۔

42۔ دیکھیے: وجھۃ العالم الاسلامی، ص: 47-49

43۔ سابقہ مصدر، ص: 48

44۔ اس کا نام ویلفرڈ سکاؤن بلنت تھا۔ وہ 83 سال (1840ء-1922ء) زندہ رہا۔ اس کی کتابیں: التاریخ السری للاحتلال الانجلیزی لمصر (مصر پر انگریزی استعمار کی خفیہ تاریخ)، الھند فی عھد ریبون (ریبون کے دور حکومت میں ہندوستان)، جوردون فی الخرطوم اور یومیاتی معروف ہیں۔ دیکھیے: الاسلام والحضارۃ الغربیۃ، ص: 79

45۔ علی شلش، "جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ"، سلسلۃ کتب الھلال، عدد جنوری سال 1986ء، ص: 75

46۔ سابقہ مصدر، ص: 90

47۔ دیکھیے: الاسلام والحضارۃ الغربیۃ، ص: 79

جن شخصیات سے مالک بن نبیؒ براہ راست متاثر ہوئے، ان میں عبدالحمید بن محمد بن المصطفیٰ بن مکی بن بادیس کا نام سب سے نمایاں ہے۔ عبدالحمید بن بادیس مالک بن نبی کے شہر قسنطینہ میں پیدا ہوئے۔ وہ فرانسیسی استعمار کے مقابلے میں کھڑے ہونے والے مفکرین میں سے ایک تھے۔ اپنی جدوجہد اور کوششوں سے انھوں نے الجزائری عوام کی قومی تشخص کو اجاگر کرنے، عربی زبان کی تعلیم و ترویج اور بیرونی استعمار سے آزادی حاصل کرنے جیسے اہم امور میں کلیدی کردار ادا کیا۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ شیخ عبدالحمید بن بادیس کا شمار بیسویں صدی میں الجزائر کے عربی تشخص کے لیے عظیم سرفروشوں میں ہوتا ہے۔ وہ مرتے دم تک بھرپور جذبے اور پوری طاقت کے ساتھ اس کا دفاع کیا، اس کی حفاظت، ترقی اور اس کے پھلنے پھولنے کے لیے دن رات محنت کی۔ انھوں نے اس تشخص کا نہایت باریک بینی سے سائنسی تجزیہ کیا۔ وہ الجزائر کا مستقبل صرف اسلام ہی کو سمجھتے تھے کہ الجزائر کے عوام کے عرب اسلامی تشخص کی بنیاد صرف اسلام ہے۔ انھوں نے تقریباً تیس سال تک الجزائر میں پورے اسلام پر مشتمل سلفی اصلاحی تحریک کی قیادت کی۔ ان کی تحریک بیسویں صدی کے پہلے نصف میں اٹھنے والی سلفی اصلاحی تحریکوں میں سب سے طاقتور تحریک تھی۔

بن بادیس نے اپنی زندگی اور سرگرمیوں کا بڑا حصہ الجزائر کے عوام میں عربی زبان کی ترویج اور اشاعت کے لیے محنت و جدوجہد میں صرف کی، جنھیں استعماری طاقتوں نے اپنے زیر نگرانی تعلیمی اداروں میں سکھانے سے محروم کر دیا تھا۔ بن بادیس نے بیک وقت فرد اور معاشرے کی عمومی اور مکمل آزادی کے لئے جدوجہد کی۔ فرد کے لیے آزادی کا مطلب: دین اسلام کی مقرر کردہ شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اظہار رائے کی آزادی، جبکہ معاشرے کی آزادی کا مطلب: کسی بادشاہ کا اپنی رعایہ پر ظلم و ستم نہ کرنا تھا۔ ان کی تمام کوششوں کا مقصد اور محور فرانسیسی استعمار سے الجزائر کی آزادی تھی۔[48]

مالک بن نبیؒ نے اپنی کتابوں میں متعدد جگہ شیخ بن بادیس کی تعریف کی ہے۔ ملک میں پھیلے تباہ کن افکار و خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اُن کے طریقہ کار سے متاثر ہو کر مالک بن نبیؒ نے انھیں اسلامی بیداری کا سرچشمہ قرار دیا۔[49] اس لیے کہ بن بادیس نے اسلامی ثقافت کو غیر اسلامی آلائشوں سے پاک کیا اور الجزائر کو من گھڑت رسوم و رواج سے چھٹکارا دلانے کی بھرپور کوشش کی۔[50] انھوں نے صرف فکری میدان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے افکار و خیالات ایک دوسرے سے جڑتے اور پھلتے پھولتے گئے یہاں تک کہ وہ سکول و مدرسہ، مسجد اور اصلاحی ادارے کی شکل میں عملی میدان میں بدل گئے۔

مالک بن نبیؒ نے شیخ عبدالحمید بن بادیس اور جمال الدین افغانیؒ کے درمیان ربط قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کی فکر کو افغانی کی فکر کی نقل اور اس کی آواز کی گونج قرار دیا ہے جو کہ درست نہیں ہے[51]، اس لیے کہ خود مالک بن نبیؒ نے بن بادیس کی فکر کو سلفی مکتب فکر سے منسلک

48۔ عمامرہ، ترکی الرابح، الشیخ عبدالحمید بن بادیس، المؤسسۃ الوطنیہ للکتاب، ط:4، ص:222-231۔

49۔ دیکھیے: شروط النهضۃ، ص:24

50۔ دیکھیے: وجهۃ العالم الاسلامی، ص:51

51۔ دیکھیے: شروط النهضۃ، ص:24

کیا ہے جو کہ جمال الدین افغانیؒ کے علم الکلام کے منہج سے یکسر مختلف ہے۔مالک بن نبیؒ کی رائے میں بن بادیس کا مکتب فکر سلف صالحین کے طرز عمل کے مطابق عملی طور پر کام کرنا ہے، علم الکلام اور لڑائی جھگڑے کے طریقے پر عمل نہیں کرتا۔[52]

حقیقت یہ ہے کہ بن بادیس کے سلسلے میں مالک بن نبیؒ بہت زیادہ تضادات کا شکار ہوئے۔کبھی انہیں سلفی کہا اور کبھی ان کی سوچ و بیداری کو مغربی تہذیب و تمدن سے جوڑا۔مالک بن نبیؒ یہ بات ثابت نہیں کر سکے کہ بن بادیس کی تحریکِ بیداری اور فکر نے مغربی تہذیب و تمدن سے کون سی دولت حاصل کی؟ان کی فکر اور بیداری دو عوامل کی وجہ سے تشکیل پائی: ایک اسلامی عقیدہ اور دوسرا: ذاتی عوامل یعنی ان کی بیداری کے تشکیل پانے میں مغربی تہذیب و تمدن کا کوئی کردار نہیں ہے۔[53]بن بادیس کی روشن سوچ کے حامل افراد کے ذریعے الجزائر کے انقلاب میں اس شخصیت کا واضح کردار تھا۔درج بالا شخصیات کے علاوہ مالک بن نبیؒ نے اصلاحی تحریکوں کا بھی مطالعہ کیا۔ان کا تجزیہ اور تقابل کرنے کے بعد امت مسلم کو اپنی رائے دی۔

جمعیت علماء الجزائر

بن بادیس کی کوششوں سے علماء الجزائر کی اس تنظیم کی بنیاد 5 مئی 1931ء کو رکھی گئی،اس کے منشور میں: الجزائر کے عوام کے عقیدے کی اصلاح اور خرافات و بدعات سے اسے پاک کرنا، عوام میں علم کے ذریعے جہالت اور ناخواندگی کا مقابلہ کرنا، تعلیم و تربیت کے ذریعے قرآن و سنت کی طرف رجوع کی دعوت دینا، عیسائیت اور فرانسیسی سیاست کا مقابلہ کرکے الجزائر کے عوام کے عرب اسلامی تشخص کی حفاظت کرنا اور الجزائر کی آزادی کا مطالبہ جیسے اہم نکات شامل تھے[54]

مالک بن نبیؒ نے اس تنظیم کے بنیادی اصولوں اور افکار کی تائید کی کیونکہ اس کی بنیاد حقوق کے مطالبے سے بڑھ کر آزادی کے ذریعے تبدیلی لانے پر رکھی گئی تھی۔ان کے نزدیک یہ تنظیم دوسری تحریکوں اور شخصیات کے مقابلے میں لوگوں کے زیادہ قریب تھی کیونکہ یہ معاشرے میں رہ کر انسان کے اندر کی تبدیلی پر کام کرتی تھی۔گویا یہ انسان میں تبدیلی کا پیش خیمہ تھی۔یہ تنظیم قرآن و سنت کی رہنمائی اور قانون ہدایت پر چلتی تھی۔اس کا نعرہ تھا کہ اپنے نفس میں تبدیلی لانے سے تاریخ بدل جائے گی۔اس نے الجزائر کے عوام میں ایسا جذبہ پیدا کیا جس کے ساتھ بڑے پیمانے پر لوگوں میں شعور پیدا ہوا۔اس کے لئے انھوں نے قرآنی آیت:"إن اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّىٰ يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِم[55] "کو اپنا شعار بنایا، یعنی جب تک کوئی قوم اپنے اندر تبدیلی نہیں لاتی، اللہ تعالیٰ ان کی حالت نہیں بدلتا۔[56]

لیکن 1936ء میں جب اس تنظیم نے کانفرنس منعقد کی، تو مالک بن نبیؒ نے اس پر تنقید کی کہ سیاست دانوں کی پیروی کرتے ہوئے اس تنظیم کی قیادت اپنے بنیادی تصورات اور افکار سے پھر گئی، مذکورہ آیت کے سماجی مفہوم کی مخالفت کی، اور وہ سیدھے راستے سے منحرف ہو گئی اور

---

[52]۔شروط النھضۃ، ص:25

[53]۔الفکر الاسلامی المعاصر، ص:69

[54]۔حمید اتو، مصطفیٰ، عبدالحمید بن بادیس و جھودہ التربویۃ، ط:1، 1977، ص:98۔

[55]۔سورۃ الرعد، آیت:12

[56]۔شروط النھضۃ، ص:34، 33، 32

سیاسی لوگوں کے پیچھے لگ گئی۔مالک بن نبیؒ نے کہا:" 1925ء سے لے کر اب تک اگر کوئی چیز قابل افسوس ہے تو وہ علماء کا پھسلنا ہے اس لیے کہ ان کی نیت خالص اور ارادے نیک تھے، لیکن اس کے باوجود ہمارے ذہن سے یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ علماء کی طرف سے سیاسی سراب(دھوکے) کے پیچھے لگ کر فرانسیسی حکومت کی ایماء پر یہ کانفرنس منعقد کی گئی، جو افسوسناک امر ہے۔کیا امت کی تبدیلی اور ترقی کا حقیقی راستہ اس دھوکے سے زیادہ قیمتی نہیں تھا؟۔[57]

"7 جولائی 1936ء[58] کو منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں سوائے الجزائر عوامی پارٹی کے باقی تمام سیاسی تنظیموں نے شرکت کی۔ بن بادیس خود نہ صرف کانفرنس کے حامی تھے بلکہ اس کی دعوت دینے والوں میں شامل تھے۔بن بادیس نے کانفرنس کے اراکین کو جمعیت العلماء کے مطالبات پر قائل کر لیا، جن میں عربی زبان کی غیر سرکاری اداروں میں تدریس، کالج برائے علوم اسلامیہ کا قیام، اسلامی عدالتوں کا قیام، محکمہ او قاف سے مساجد پر مسلمانوں کا حق تسلیم کروانا شامل تھا۔اس مقصد کے لیے انھوں نے ایک وفد تشکیل دیا جس سے وعدہ لیا گیا کہ وہ فرانس جا کر الجزائر کے مطالبات پیش کرے، جو در حقیقت الجزائر کے عوام کو فرانسیسی عوام کی برابری اور الجزائر کے عربی تشخص کی بقا کے ساتھ ساتھ فرانس کے ساتھ ضم ہونے کے مطالبات تھے "۔[59]

در اصل مالک بن نبیؒ نے اس مسئلے کو سیاسی پہلو کے بجائے سماجی پہلو سے دیکھا ہے۔ان کے خیال میں اگر جمعیت العلماء اس کانفرنس سے واقعی تبدیلی کا ارادہ رکھتی تھی تو درست ہوتا لیکن ایسا نہیں تھا۔در حقیقت بات یہ تھی کہ بن بادیس، فرانسیسی حکومت کا فریب لوگوں پر ثابت کرنا چاہتے تھے، خاص طور ان لوگوں پر جو فرانس کے ساتھ انضمام کے داعی تھے۔دوسرے یہ کہ وہ اپنی دعوت جاری رکھنے کے لیے کچھ آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے۔گویا جمعیت نے اپنے دوررس پروگرامات اور اہداف کو پورا کرنے کے لیے قومی تشخص کی حفاظت کی فکر سے منہ نہیں موڑا۔

شیخ بشیر ابراہیمی نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :"جمعیت العلماء نے صرف الجزائر کے عوام کے اسلامی تشخص کی حفاظت کی خاطر اس کانفرنس میں شرکت کی اور اس کے مطالبات پر متفق ہوئے۔تاکہ وہ دین اسلام اور عربی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے مطالبات کو شامل کر سکے۔ مختلف تعلیمی مراحل کے دوران عربی زبان کی حد بندی ہو سکے۔اور فرانسیسی عدالتوں کی بجائے اسلامی عدالتیں قائم کی جا سکیں"۔[60]

57۔شروط النھضۃ، ص:30

58۔اسلامی کانفرنس منعقدہ 1936ء میں مختلف فیصلے ہوئے جیسے: ان تمام استثنائی قوانین کا خاتمہ جو صرف الجزائر کے عوام پر لاگو ہوتے ہیں۔قانونی عدالتوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اسلامی تشخص کی حفاظت۔تمام دینی تعلیمی اداروں کو مسلمانوں کے حوالے کرنا۔اوقاف کے اموال کو مسلمانوں کے حوالے کرنا۔عربی زبان کے خلاف تمام اقدامات کا خاتمہ، لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے لازمی تعلیم۔مدارس کی فوری تعمیر کا آغاز۔مقامی مسلمانوں اور بیرونی غیر مسلموں کے معاوضہ میں فرق کا خاتمہ۔سیاسی قیدیوں کے لیے عام معافی کا اعلان۔بنیادی طور پر الجزائر کے ساتھ الحاق۔دیکھیے: الشیخ عبد الحمید بن بادیس رائد الاصلاح، ص:78،77۔

59۔عبد الحمید مفسرا، ص:26،25

60۔الشیخ عبد الحمید، ص:79

اخوان کے بانی حسن بن احمد عبد الرحمٰن البنا تھے۔ مصر کے علاقے محمودیہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ان مفکرین میں سے ایک تھے، جن کا سماجی اصلاح اور انگریزی استعمار کے مقابلے میں اہم کردار رہا۔ حسن البنا اور ان کی تحریک نے 1948ء میں سرزمین فلسطین کی آزادی کے لئے کی گئی جہاد میں شرکت کی۔ ان کی تمام تر کوششوں اور جدوجہد کا محور اسلام کا نفاذ، باعمل اسلامی شخصیت کی تشکیل، اسلام کی عالمگیریت پر ایمان، جہاد فی سبیل اللہ کی سوچ کو دوبارہ زندہ کرنا، تعلیمی، اقتصادی اور صحت کے اداروں کی تعمیر اور مسلم معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مسجد کے کردار کی بحالی جیسے مطالبات تھے۔ [61]

مالک بن نبیؒ ہر اس متحرک طرز عمل کو پسند کرتے تھے جو سوچ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا اور عملی زندگی میں واضح دکھائی دیتا۔ وہ اس فکر اور فلسفے کو ناپسند کرتے تھے جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ مصر پہنچے اور امام حسن البنا کی شخصیت کے بارے میں سنا اور انھیں پتہ چلا کہ وہ عملی اور حقیقی تبدیلی کے خواہاں ہیں تو امام حسن البنا کی بہترین الفاظ میں تعریف کی اور انھیں "زعیم" یعنی عظیم رہنما قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ: "اس تحریک کو ایک ایسا عظیم رہنما ملا ہے جو نہ فلسفی ہے اور نہ علم الکلام کا عالم ہے۔ جس نے لوگوں میں اسلامی جذبے کو بیدار کیا اور اس پر سے تاریخ کے پردے ہٹا دیے۔ قرآن کے علاوہ ان کا کوئی نظریہ نہیں، یہ صرف قرآن ہے جو زندگی کو متحرک کرتا ہے"۔ [62] اس آدمی کی اثر پذیری میں کسی جادو ٹونے کا عمل دخل نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ وہ ایک استاد ہیں، جو قاہرہ کی مساجد میں نماز ادا کرنے کے لئے جاتے ہیں اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں لوگوں کو قرآن کی بعض آیات کے مفہوم کو عصر حاضر کے ساتھ جوڑ کر دعوت فکر دیتے ہیں تاکہ جس تبدیلی کے وہ خواہاں ہیں وہ لا سکیں۔ وہ سلف صالحین یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقے کے مطابق قرآنی آیات کا استعمال کرتے ہیں۔ [63]

امام حسن البنا نے تحریک الاخوان المسلمون کے مقاصد، افکار اور عقائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "الاخوان المسلمون ایک سلفی دعوت، سنی طریقہ، صوفی حقیقت، سیاسی تنظیم، ایک علمی و ادبی ادارہ، ایک اقتصادی و معاشی گروپ بھی اور ایک سماجی و معاشرتی فکر کا نام ہے۔" [64] اس کا مطلب ہے کہ وہ معاشرے کی اصلاح میں ہر پہلو کو مد نظر رکھتے ہیں۔

مالک بن نبیؒ نے اخوان کے بانی کی برملا تعریف کی ہے تاہم ان کی تحریک کے بارے میں کوئی واضح اور دوٹوک موقف اختیار نہیں کیا ہے۔ اگرچہ دبے الفاظ یا اشاروں میں جا بجا اس کے بارے میں لکھا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ مصری نوجوان اب جان چکے ہیں کہ ان کے مسائل کا

61۔ دیکھیے: الفکر الاسلامی المعاصر، ص: 197-208

62۔ وجھۃ العالم الاسلامی، ص: 146

63۔ دیکھیے: وجھۃ العالم الاسلامی، ص: 146-148

64۔ حسن البنا کے "مجموعہ رسائل حسن البنا"، المؤسسۃ الاسلامیۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، ص: 156

واحد حل جہد مسلسل ہی ہے۔ جس کے لئے وہ بھائیوں کی طرح اکھٹے ہو گئے ہیں اور ان کی یکجہتی نے ایک تحریک اور مواخاۃ کی شکل اختیار کی ہے۔ اخوان باتوں سے زیادہ عمل پر یقین رکھتے ہیں چنانچہ انھوں نے اسلامی معیشت کے ادارے قائم کئے اور سچی صحافت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ (65)

مالک بن نبیؒ نے اگرچہ اخوان کی تحریک کی تعریف کی اور کہا کہ بیداری اور اصلاح کا یہی واحد راستہ ہے، جسے حسن البنا نے اختیار کیا ہے لیکن عملی طور پر وہ اس کے خلاف کھڑے ہوئے جب انھوں نے مصری ڈکٹیٹر عبدالناصر کی عرب قومیت کے نعرے کی تائید کی اور اسے بیداری کے لئے ناگزیر قرار دیا۔ علاوہ ازیں مالک بن نبیؒ نے جمال عبدالناصر کی طرف سے اخوان پر ڈھائے جانے والے مظالم کے بارے میں کچھ نہیں کہا، سید قطب شہید اور اخوان کے دیگر قائدین کی پھانسیوں پر وہ خاموش تھے حالانکہ وہ ان دنوں مصر ہی میں تھے۔ ان کی خاموشی کی وجہ شائد ان کی مصری حکومت میں ملازمت ہو۔ ان تمام حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالک بن نبیؒ مذکورہ بالا شخصیات اور تحریکات کے کام سے مطمئن نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کئی ایک کی تائید کے باوجود انہوں نے کسی ایک کے ساتھ بھی چلنا پسند نہیں کیا اور اصلاح و بیداری کے اپنے رستے پر چلتے رہے۔

خلاصہ:

مالک بن نبیؒ کا شمار بیسویں صدی کے ان عظیم مسلم مفکرین میں ہوتا ہے جنھوں نے مسلمانوں کے تمام مسائل کو تہذیب کے ساتھ جوڑا ہے۔ ان کے مطابق مسلمان اس لئے پسماندہ نہیں ہیں کہ اُن کے پاس وسائل نہیں ہیں بلکہ وہ دنیا کی دوڑ میں اس لئے پیچھے ہیں کہ ان کی فکر درست نہیں ہے۔ مالک بن نبیؒ نے امت مسلمہ کی وحدت، ترقی و خوشحالی کے ساتھ ساتھ ثقافت، معیشت اور دیگر موضوعات پر کم و بیش تیس کتابیں لکھیں اور تقریبا تمام کتابوں کو تہذیبی مسائل کے عنوان سے شائع کروایا۔

انھوں نے نہ صرف مادیت، مارکسزم، کمیونزم، جمہوریت اور استشراق جیسے معاصر موضوعات پر بات کی بلکہ بیسویں صدی میں مسلم امہ کی بیداری اور اصلاح کے لئے برپا کی گئی تحریکوں اور اس کے لئے آواز اٹھانے والی شخصیات کے افکار و طریقہ کار پر بھی اپنا موقف پیش کیا۔ مالک بن نبیؒ نے سعودی عرب کے محمد بن عبدالوہاب نجدی، الجزائر کے عبدالحمید بن بادیس اور ان کی کوششوں سے قائم جمعیۃ العلماء، مصر کے حسن البنا اور سید قطب اور ان کی برپا کی ہوئی تحریک اخوان المسلمون اور شیخ محمد عبدہ اور جمال الدین افغانیؒ کے بارے میں ملے جلے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

مالک بن نبیؒ نے مذکورہ تحریکات اور شخصیات کے کئی پہلوؤں سے تعریف کی ہے لیکن اُن کے خیال میں ان کے پاس مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حل نہیں ہے، بلکہ اُن کے نزدیک یہ تحریکات و شخصیات اصل مسئلے کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مسائل کا تعلق وسائل کی کمی یا غلط استعمال سے نہیں بلکہ غلط افکار سے ہے۔ وہ مسلمانوں کی پستی کا ذمہ دار سامراج کے بجائے خود مسلمانوں کو قرار دیتے ہیں جن کے اندر استعمار کو دعوت دینے والی محرکات موجود ہیں۔ ان کے مطابق جب تک تیسری دنیا کے ممالک کے اندر استعمار کو قبول کرنے کا داعیہ موجود رہے گا تب تک وہ غلام اور پست ہی رہیں گے۔

65۔ وجھۃ العالم الاسلامی، 147 -148۔